لکھنا امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ مذاہب کے نزدیک یکساں طور پر حرام ہے، کیونکہ قرآن عربی نظم اور معنیٰ دونوں کا نام ہے۔ "حسامی" اصولِ فقہ میں معتمد کتاب ہے، اس میں قرآن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے :-

القرآن المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنہ نقلاً متواتراً بلا شبھۃٍ وھو النظم والمعنیٰ جمیعاً فی قول العامۃ العلماء وھو الصحیح من مذھب ابی حنیفۃؒ ۔
(حسامی ص۲)

قرآن وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہُوا ہے اور مصاحفِ عثمانیہ میں مکتوب ہے اور شک وشبہ کے بغیر متواتر نقل کے ساتھ آپؐ سے منقول ہے اور قرآن نظم اور معنیٰ دونوں کا نام ہے عام علماء کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی رُو سے یہی صحیح ہے۔

اور "حسامی" کے حاشیہ پر لکھا ہے :-

حرم کتابۃ المصحف بالفارسیۃ ۔
(تعلیم العامی بہامش حسامی ص۲)

فارسی زبان میں یا رسم الخط میں قرآنِ کریم لکھنا حرام ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے "اتقان" میں تحریر فرمایا ہے :-

وھل تجوز کتابتہ بقلم غیر العربی قال الزرکشیؒ لم ارفیہ کلاماً لاحدٍ من العلماء (الی ان قال) والاقرب المنع ۔
(اتقان ج ۲ ص۱۷۱)

کیا غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت جائز ہے؟ امام زرکشیؒ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے اس بارے میں کسی عالم کی تصریح نہیں دیکھی (یہاں تک کہ فرمایا) کہ حق کے زیادہ قریب یہ ہے کہ غیر عربی رسم الخط میں قرآن کے لکھنے کو منع کیا جائے۔

اور علامہ حسن شرنبلالی حنفیؒ کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر بنام "النفحۃ القدسیۃ فی احکام قراء القرآن وکتابتہ بالفارسیۃ" ہے، اس میں مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتابوں سے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ غیر عربی عبارت میں قرآن کا لکھنا حرام ہے، اور اسی طرح غیر عربی رسم الخط میں اس کی کتابت ممنوع اور ناجائز ہے۔

اس رسالہ کے چند جملے اس جگہ نقل کیے جاتے ہیں۔

واما کتابۃ القرآن بالفارسیۃ فقد نص علیھا فی کتاب من کتب ائمتنا الحنفیۃ

اور فارسی زبان میں قرآنِ مجید کی کتابت، سو کسی ایک کتاب میں نہیں (بلکہ بہت سی کتابوں میں ہے) جو

المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهداية الامام المرغيناني في كتابه التجنيس والمزيد ما نصه ويمنع من كتابة القرآن بالفارسية بالاجماع لانه للاخلال بحفظ القرآن لانا أمرنا بحفظ النظم والمعنى جميعا فانه دلالة النبوة ولانه بما يؤدي الى التهاون بامر القرآن ومنها ما في الدراية انه يمنع من كتابة المصحف بالفارسية اشد المنع -
(نفحات القدسية)

ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک مستند ہیں' اس کی تصریح موجود ہے منجملہ ان کے وہ ہے جو صاحب ہدایہ امام مرغینانی نے اپنی کتاب تجنیس اور مزید میں فرمایا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ اور فارسی میں قرآن کی کتابت سے باجماع منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ قرآن کی حفاظت میں خلل ڈالنے کا ذریعہ ہے اور اس وجہ سے بھی کہ ہم قرآن مجید کے الفاظ اور معنیٰ دونوں کی حفاظت پر مامور ہیں کیونکہ الفاظ بھی نبوّت کے اثبات کی دلیل ہیں اور الفاظ کے بدلنے سے (اگرچہ معنیٰ نہ بدلیں) قرآن کی حفاظت میں سستی پیدا ہوتی ہے اور منجملہ ان کے وہ ہے جو "معراج الدرایۃ" میں ہے کہ قرآن مجید کو فارسی میں لکھنے سے نہایت سختی سے منع کیا جائے۔

اس کتاب میں آگے مرقوم ہے۔

وزعم ان كتابته بالعجمية فيها سهولة للتعليم كذب مخالف الواقع والمشاهدة فلا يلتفت لذلك على انه لو سلم صدقه لم يكن لاخراج الفاظ القرآن عما كتب عليه واجمع عليه السلف والخلف -
(نفحات القدسية)

اور یہ گمان کرنا کہ عجمی زبان یا رسم الخط میں تعلیم کی سہولت ہے تو یہ غلط اور واقع اور مشاہدہ کے خلاف ہے اس کی طرف التفات نہ کیا جائے، علاوہ ازیں اگر اس کا صحیح ہونا بھی تسلیم کیا جائے تو تب بھی قرآن کے الفاظ کا ان کا اجماعی صورت اور قدیم طرز کتابت سے نکالنا اس مصلحت کی وجہ سے جائز نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ تقریر میں ان تمام شبہات کا بھی پورا جواب ہے جو رسم الخط یا زبان بدلنے والے حضرات پیش کرتے ہیں کہ اس میں عجمیوں کے لیے قرآن پڑھنے میں سہولت ہے۔ لیکن اول تو سہولت کا یہ خیال غلط ہے اور اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سہولت کی خاطر قرآن میں تغیر و تبدیلی نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی خاطر سلف اور خلف کے اجماع کو رد کیا جا سکتا ہے۔

اور حنابلہ کے مشہور امام ابن قدامہ کی کتاب "مغنی" کے حواشی میں اس کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جب سے قرآن دُنیا میں آیا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی۔ کہیں ایک واقعہ بھی

اس کا مذکور نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں کی وجہ سے اس کا ترجمہ کر کے بھیجا ہو یا عجمی رسم الخط میں لکھوایا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب جو ملوکِ عجم یعنی ایران کے کسریٰ اور قیصر روم کی طرف بھیجے جن میں سے بعض کے فوٹو بھی چھپ گئے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں اور ان کو دیکھا جا سکتا ہے کہ نہ ان میں عجمی زبان اختیار کی گئی ہے اور نہ عجمی رسم الخط اختیار کیا گیا ہے ـــــ حواشی مذکورہ کے چند جملے یہ ہیں :۔

وهو انما نزّل باللسان العربي كما هو مصرّح في الآيات المتعددة وانما كان تبليغه الدعوة الى الاسلام والانذار به كما انزل الله تعالى لم يترجم النبي صلى الله عليه وسلم ولا اذن بترجمة ولم يفعل ذلك الصحابةؓ ولا الخلفاء المسلمين وملوكهم ولو كتب النبي صلى الله عليه وسلم الى كسرىٰ وقيصر ومقوقس بلغاتهم لصح التعليل الذى علل به۔ (مغنی مع الشرح الکبیر ج صـ۸۳)

اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا جیسا کہ قرآن کی متعدد آیتوں میں تصریح ہے اور اسی عربی زبان میں قرآن کی تبلیغ اور دعوت و انذار عمل میں آیا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اس کا ترجمہ کر کے نہیں پہنچایا اور نہ حضرات صحابہؓ نے ایسا کیا اور نہ خلفائے اسلام اور نہ سلاطینِ اسلام نے ایسا کیا اور اگر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ اور مقوقس کے نام اپنے خطوط کو ان کی ہی زبانوں میں لکھوایا تو یہ دلیل صحیح مانی جا سکتی تھی کہ عجمی زبانوں میں پہنچانا زیادہ مفید ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

مذکورہ مسائل و دلائل سے یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ جس طرح قرآن میں عربی زبان کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح کسی عجمی زبان مثلاً انگریزی، فارسی اور اُردو میں عربی متن کے بغیر قرآن مجید کا صرف ترجمہ شائع کرنا قطعاً جائز نہیں، کیونکہ صرف ترجمے پر قرآن کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ ترجمے کی قرأت اور تلاوت جائز ہے۔ اور پھر اخبارات میں قرآنی آیات کا ترجمہ شائع کرنا تو بہت سے مفاسد کا حامل اور قطعاً ناجائز ہے، یہ اُمتِ مُسلمہ کی شدید غفلت ہے کہ انہوں نے اس مسئلے کی طرف توجہ نہیں دی اور یہ فتنہ عام ہوتا جا رہا ہے۔

ہمیں حیرت ہے کہ بعض لوگ عجمی زبانوں یعنی اُردو وغیرہ زبانوں قرآن کے تراجم شائع کرنے کو قرآن کی بہت بڑی خدمت سمجھ رہے ہیں جبکہ اسلامی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں حقیقت یہ ہے کہ وہ قرآن کے ساتھ بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اشاعتی اداروں کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنے طرزِ عمل کے مفاسد کو سمجھیں اور اس سے اجتناب کریں۔
وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

تحریر:- الشیخ محمد الغزالی
ترجمہ:- جناب عبدالحیٔ ابڑو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

زندگی سے مجھے یہ سبق ملا ہے کہ جس چیز کے حصول کی مجھے تمنا ہوئی اور مجھے وہ حاصل بھی ہو گئی تو میں اس سے بے رغبت بھی ہو جاتا ہوں۔

میں اپنے بچپن میں ایک غیر معروف خاندان میں رہتا تھا جسے کسی حد تک سامانِ زندگی پرسکون طور پر حاصل تھا لیکن وہ بہت زیادہ خوشحال اور آسودہ نہ تھا۔ میری تمنا تھی کہ موجودہ معیارِ زندگی کے مقابلے میں آرام دہ اور اعلیٰ سامانِ حیات مجھے حاصل ہو۔ جو اللہ کی مشیّت سے مجھے حاصل بھی ہو گیا۔ لیکن پھر کیا ہوا؟ جو وسائلِ راحت و عیش مجھے حاصل ہو گئے تھے ان سے میں بے رغبت ہو گیا۔ جس گھر میں میں رہائش پذیر تھا اور آغازِ زندگی میں جس کے حصول کی میں تمنا کیا کرتا تھا اُسے میں ایک عام سی چیز سمجھنے لگا۔ جو میرے لئے کسی سکون و اطمینان کا باعث نہیں بن سکتی۔ جو مال و متاع میں نے پایا اور جس کے متعلق میرا خیال یہ تھا کہ اس سے بڑی راحت و اطمینان حاصل ہو گا اب وہ میری نظر میں ایک حقیر سی چیز تھا جو مرتبہ کو بلند کر سکتا ہے نہ سکونِ نفس کا سامان کر سکتا ہے جو مرتبہ و عزت سے مجھے حاصل ہوئی اور جسے کسی اور کے پاس دیکھ کر مجھے اس کے حصول کی والہانہ تڑپ اور شوق ہوا کرتا تھا وہ اب مجھے ایک بے فائدہ سی چیز محسوس ہوتی تھی۔ جس کی اب میری نظر میں کوئی وقعت نہیں رہی تھی۔ اب میرا یہ یقین پختہ ہو گیا کہ زندگی اس وقت تک ایک بہت ہی حقیر سی چیز ہے جب تک انسان اپنے لئے ایک ایسا بلند مقصد مقرر نہ کرلے جس کے حصول کے لئے وہ جدوجہد کرتا رہے۔ ایک ایسا مقصد جو مادیت سے بلند ہو اور رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے۔ اگر اس مقصد کا کوئی حصہ وہ حاصل کرلے تو اس کا دل خوش ہو جائے اور مزید کی تلاش جاری رکھے۔

زندگی سے مجھے یہ سبق بھی ملا ہے کہ لوگ گھٹیا پن اور خست کے گہرے گڑھے اور بلندی کی بہت اونچی چوٹی کی دو انتہاؤں پر ہے۔ ان میں خیر اور شر دونوں پہلو موجود ہیں۔ وہ جتنا گرتے ہیں اتنا ہی بلند بھی ہوتے ہیں۔